خاموش لوگ بھی بلا کے خطیب ہوتے ہیں

خالد عمران

نہ ان کی شہرت شیریں بیاں واعظ ومقرر کی تھی، نہ وہ ایسے ادیب وخطیب تھے کہ الفاظ جن کے ہاتھ کی چھڑی اور کلائی کی گھڑی قرار دیے جاتے ہوں لیکن گزشتہ 33 برس سے وہ اس جماعت کے امیر تھے جس کے بانی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ جیسے بے مثال خطیب تھے اور پھر جس کے امیر قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد علی جالندھری اور علامہ یوسف بنوری رحمہم اللہ جیسے لوگ رہے تھے، جنھوں نے خطابت کو نئے اسلوب بخشے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی وہ مسند امارت جس نے کبھی بخاری کی خطابت کی روانیاں دیکھیں، کبھی قاضی احسان احمد شجاع آبادی کی واعظانہ شیریں مقالی، کبھی مولانا لال حسین اختر کے مناظرانہ طرزِ خطاب اور مولانا جالندھری کی خطابت کی جولانیاں دیکھیں اور کبھی سید بنوری کی عالمانہ گفتگو کے نرالے انداز دیکھے تھے، ۱۹۷۷ء کے آخر میں اس مسند پر فروکش ہونے والا خانقاہ سراجیہ کا سجادہ نشین وہ مردِ حق آگاہ تھا جس کے متعلق بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے ؎

خاموش لوگ بھی بلا کے خطیب ہوتے ہیں

اہلِ حق کی سرپرستی کا سلسلہ تو خانقاہ سراجیہ کے مؤسس اول حضرت مولانا ابوسعد احمد خانؒ کے دور سے ہی جاری ہوگیا تھا، جب ۱۹۳۹ء میں متحدہ پنجاب کے وزیر اعظم سر سکندر حیات نے امیر شریعت کے خلاف بغاوت کا مقدمہ بنوایا تھا۔ یہ وہی مقدمہ ہے جو تاریخ میں ''لدھارام کیس'' کے نام سے مشہور ہے۔ امیر شریعت کی صاحبزادی سیدہ ام کفیل بخاری رقم طراز ہیں:

''اس مقدمے کے دوران خانقاہ سراجیہ کندیاں والے حضرت مولانا احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کو جب ابا جی نے دعا کے لیے پیغام بھیجا تو انھوں نے وظیفہ پڑھنے کے لیے بتایا اور ساتھ فرمایا ''جے میں ول ہوندا تے میرا اک رات دا کم سی، شاہ جی نوں آکھو تِن راتاں پڑھن تے ہوئے گا تماشا'' (میری طبیعت اچھی ہوتی تو یہ میرے بس ایک رات کا کام تھا، شاہ جی سے کہو تین راتیں یہ پڑھ لیں پھر تماشا ہوگا)

پھر تماشا ہی ہوا کہ سرکاری رپورٹر لدھارام نے ہی جعلی تحریر کا بھانڈا پھوڑ دیا، ابا جی فرمایا کرتے تھے ''میں بیٹھا پڑھ رہا تھا، آنکھیں بند کی تو تلوار چلتی دیکھی'' (سیدی وابی صفحہ نمبر ۹۶)

اور پھر جب ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی گولی مار

دینے کا حکم صادر ہوا تو خانقاہ سراجیہ کے دوسرے سجادہ نشین حضرت ثانی مولانا عبداللہ لدھیانویؒ نے حضرت ہزارویؒ کو اپنے سایہ شفقت میں پناہ دی۔

۱۹۵۶ء میں حضرت ثانیؒ کی رحلت کے بعد خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین بنے تو آپ نے نہ صرف تصوف وطریقت کے مے خانے کی ساقی گری سنبھالی، بلکہ اہلِ حق کی ہر جماعت و تنظیم کی سرپرستی فرمانا شروع کر دی۔ توحید وسنت، عظمت صحابہ واہل بیت، تبلیغ وتدریس، تعلیم وجہاد اور سیاست کے میدان میں جدوجہد کے لیے اترنے والے اہل حق کے ہر فرد، گروہ، جماعت اور تنظیم کی آپ نے بھرپور سرپرستی فرمائی۔ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

”حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ ایسی شخصیت ہیں جن کے جسم میں ایسا دل ہے جو ہر دینی تحریک کے لیے دھڑکتا ہے اور ہر باطل تحریک کے ابھرنے سے ان کے دل کو صدمہ پہنچتا ہے اور انہیں ٹیس سی لگتی ہے۔ اس وقت ملک کی تمام دینی تحریکوں کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔ کام دین کا ہو، اخلاص سے اس کی بنیاد اٹھائی جائے حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ اس کے لیے اپنی تمام توانائیاں صرف فرما دیتے ہیں۔ مولانا خان محمد صاحب روایاتِ سلف کے امین اور قافلہ حق وصداقت کے پاکستان میں حدی خواں ہیں (سوانح حیات مولانا حق نواز شہید صفحہ نمبر ۱۶۲)

تحفظ ختم نبوت کا محاذ تو تھا ہی آپ کے سپرد اہلِ حق کے دیگر مورچوں کو بھی آپ کی بھرپور نصرت واعانت حاصل رہی۔ یہی وجہ ہے کہ اہل حق کے تمام طبقات کے لیے آپ کی سرپرستی سند کا درجہ رکھتی تھی۔ حضرت خواجہ صاحب جیسی کامل مقبولیت کی مثال ماضی قریب میں نہیں ملتی۔ آپ نے ایک ایسے ساقی کے فرائض سرانجام دیے کہ مے خانۂ حق کے کسی مے خوار کو کبھی آپ سے تشنہ لبی کی شکایت نہیں ہوئی۔ حضرت کی مسکراہٹ، توجہ اور دعا ایسے ہتھیار تھے جنہوں نے ہر محاذ پر اہل حق کو سرخ رو کیا۔ چند افراد کی مجلس ہو یا ہزاروں کا مجمع حضرت ہمہ وقت خاموشی کے ساتھ متوجہ رہتے اور اپنی پسندیدگی ورضامندی کا اظہار مسکراہٹ سے یا سر ہلا کر فرما دیتے۔

راقم کو حضرت کی زیارت کا شرف غالباً ۱۹۸۲ء یا ۱۹۸۳ء میں گوجرہ کی تاریخی ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر حاصل ہوا، پھر متعدد بار اندرون وبیرون ملک حضرت کی مجالس میں حاضر ہونے کے مواقع ملتے رہے اور بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اس حوالے سے چند واقعات بہت تاریخی اور یادگار ہیں جو آیندہ کسی نشست میں تحریر کیے جائیں گے، ان شاء اللہ۔

۵/مئی بروز بدھ کو قدرت کے تکوینی نظام کے تحت جب حضرت خواجہ صاحب نے ملتان کے سیال کلینک میں موت کا ذائقہ چکھا تو خبر آناً فاناً پوری دنیا میں پھیل گئی اور اہل حق کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کے سروں سے سایہ شفقت ہٹ گیا ہو۔ اہل حق کے تمام گروہوں، جماعتوں اور تنظیموں نے یوں جانا جیسے وہ یتیم ہو گئے ہوں۔ اگلے دن ظہر کے بعد خانقاہ سراجیہ میں جب حضرت کی نمازِ جنازہ میں ملک بھر سے لاکھوں افراد شریک ہوئے تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ایک بار پھر اپنی پوری صداقتوں کے ساتھ واضح تھا کہ ”ہمارے حق پر ہونے کا فیصلہ ہمارے جنازے کریں گے“۔